اداریہ

عہد حاضر اور ہم

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے　　خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

معزز قارئین ایک مجلّہ سے دوسرے مجلّہ کے اجراء کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اس دوران ملک میں بڑی تبدیلیاں آچکی ہیں متحدہ مجلس عمل منتشر ہوگئی مولانا حسن جان اور بے نظیر بھٹو کو شہید کر دیا گیا عام انتخابات میں ق لیگ زیرو لیگ بن گئی سندھ دیہی میں پیپلز پارٹی اور شہری علاقہ میں متحدہ قومی موومنٹ نے کامیابی حاصل کی لال مسجد کو پامال کرنے والے اپنے انجام کو پہنچ گئے خودکش حملوں کی نہ رکنے والی سیریز نے ملک کے ارباب حل وعقد کو چاروں شانے چت کر دیا ہے تمام دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے اور سب سے قابل مذمت پہلو ڈنمارک کے سترہ اخبارات نے دوبارہ گستاخانہ کارٹون شائع کئے جس پر پاکستان سمیت دنیا بھر میں احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔

عالمی قوتوں کی ناکامی و پریشانی

صورت حال یہ ہے عالمی قوتیں اپنے ناپاک عزائم میں مسلسل ناکام ہو رہی ہیں مسلم ممالک کی معدنی دولت و دیگر وسائل پر نیو ورلڈ کے تناظر میں جو قبضہ کا خواب تھا وہ پورا نہ ہوسکا کوریا، عراق، افغانستان و ایران میں منہ کی کھانی پڑی۔

9/11 کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو جس وحشیانہ انداز میں نشانہ بنایا گیا اس سے عالمی قوتوں کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا لوگ پہلے سے بھی زیادہ اسلام میں شامل ہونے لگے جس سے دشمنان اسلام جھنجھلاہٹ کا شکار ہونے لگے ہیں۔

کاؤنسل آف امریکہ اسلامک ریلیشن کے مطابق امریکہ میں ہر سال بیس ہزار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں فلپائن میں ہر سال چھ ہزار افراد اسلام قبول کر رہے ہیں گزشتہ سال اسرائیل میں ۷۰ افراد نے اسلام قبول کیا دنیا کی بے شمار اہم شخصیات نے اسلام قبول کیا ہے اس صورت حال نے دشمن کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے

مسلمان تو مسلمان خود بہت بڑے عیسائی عالم دین نے برطانیہ میں مسلمانوں کیلئے شرعی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کر دیا ہے جس سے دنیائے عیسائیت میں بھونچال آ گیا ہے جناب اشتیاق بیگ

صاحب لکھتے ہیں

آرچ بشپ آف کنٹر بری ڈاکٹر روداں ولیمز کے اس بیان نے کہ برطانیہ میں مقیم 18 لاکھ مسلمانوں کیلئے اسلامی شریعت کے قانون کا نفاذ ناگزیر ہے۔گویا ایک طوفان برپا کردیا ان کے اس بیان نے جہاں ایک طرف وہاں رہنے والے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی وہاں برطانوی (عیسائی) باشندوں کوصدمے سے دوچار کیا۔ یہ بیان کسی مسلمان عالم دین یا مفتی کا نہیں بلکہ معروف چرچ آف انگلینڈ جسے دنیا میں ''گرجوں کی ماں'' کہا جاتا ہے کے سینئر ترین مذہبی رہنما آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر روواں ولیمز کا ہے جو عیسائی مذہبی فرقے انجلیکل کے ماننے والے 7 کروڑ 70 لاکھ افراد کے روحانی پیشوا ہیں اور جن کی رائے کو انگلینڈ کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی بڑی اہمیت دی جاتی ہے انہوں نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا کہ برطانیہ میں برطانوی قانون کے ساتھ ساتھ اسلامی شریعت کے بعض قوانین کوبھی ملک کے قانونی نظام کا حصہ ماننا پڑے گا۔ برطانیہ میں جس طرح دیگر مذاہب جن میں یہودیت، اور سکھوں کی مذہبی رسومات کو برطانوی قوانین میں گنجائش دی گئی ہے اسی طرح مسلمانوں کی رسومات کوبھی تعمیری گنجائش دینی چاہیئے۔ روواں ولیمز کے اس بیان سے گویا برطانیہ میں بھونچال سا آ گیا اور بشپ کے خلاف نہ ختم ہونیوالے بیانات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

میں ایک دن قبل ہی نجی دورے پر برطانیہ آیا تھا۔ارچ بشپ کے بیان کے اگلے روز جب میں نے صبح کے اخبارات دیکھے تو تقریباً ہر اخبار میں ان کے بیان پر انگلینڈ کے مختلف حلقوں کی جانب سے کڑی تنقید پڑھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ جمہوری روایات، برداشت اور اظہار رائے کی آزادی کے دعویدار ملک اور معاشرے میں انگلینڈ کے اس نمایاں اور اہم پادری کے اس بیان پر شدید غم و غصے اور ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ برطانوی وزیر اعظم نے آرچ بشپ کے اس بیان کے ردعمل میں کہا کہ برطانیہ میں صرف انہی قوانین کی گنجائش ہے جن کی بنیاد برطانوی اقدار پر ہے۔سب سے کڑی تنقید ان کے پیشرو لارڈ جارج کیرے نے کی اور کہا کہ اسلامی قوانین کی حیثیت کوتسلیم کرنا برطانیہ کیلئے تباہ کن ہوگا۔ انہوں نے اور چرچ کے دیگر اراکین نے روواں سے مطالبہ کیا کہ وہ

مستعفی ہوجائیں۔

برطانیہ کے مذہبی حلقوں کے علاوہ سیاسی حلقوں نے بھی اس بیان پر بشپ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اوراس بیان کو تباہی کی ترکیب قرار دیا(Recipe of disaste) لارڈ بشپ کو ایک احمق، خبطی اور بوڑھے بکرے سے تشبیہ دی گئی۔ بشپ نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ ان کے بیان کا مطلب یہ تھا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کو برطانوی معاشرہ میں ضم کرنے کے لئے ان کے عائلی قوانین مثلاً شادی بیاہ، طلاق وعدت اور وراثت وغیرہ کے کچھ قوانین کو برطانیہ میں قانونی حیثیت دی جائے۔ میرا مطلب ہرگز یہ نہ تھا کہ تمام اسلامی شرعی قوانین کو برطانوی قوانین کا حصہ بنایا جائے بلکہ میرا مطلب صرف ان قوانین سے تھا، جو مسلمانوں کی عائلی زندگی سے متعلق ہیں پہلے ہی تسلیم کرتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے شادی بیاہ، مالیاتی اور خاندانی تنازعات کو اسلامی شریعت کے مطابق حل کرنے کا حق ملنا چاہئے

برطانیہ کے شہر لندن میں جولائی ۲۰۰۵ء میں لندن انڈر گراؤنڈ ریلوے اسٹیشن میں ہونے والے خودکش حملوں (جن میں ملوث ہونے کا الزام چار پاکستانی نژاد لوگوں پر تھا) کے بعد برطانیہ میں اس بحث کا آغاز ہوا کہ مسلمانوں کو برطانوی معاشرے میں کس طرح ضم کیا جائے۔ برطانیہ میں مقیم مسلمان اپنی اسلامی شناخت کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اپنی شادی بیاہ، خلع، عدت، وراثت ،حلال اور حرام کے مطابق دی جانے والی ہدایات اور دیگر معاملات کو اسلامی شریعت کے مطابق حل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جن کو برطانوی قوانین مسلمانوں کے ان معاملات کو شریعت کے مطابق حل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ میں نے برطانیہ میں موجود اپنے قیام کے دوران اپنے ایک دوست برطانوی کابینہ کے پہلے مسلمان وزیر شاہد ملک کی شادی میں شرکت کی۔ یہ شادی اسلامی روایات کے مطابق ہوئی۔ دولہا دولہن کا نکاح والدین اور گواہوں کی موجودگی میں مولوی صاحب نے پڑھایا۔ تاہم وہاں کے قانون کے مطابق شادی کی اس قت تک کوئی قانونی حیثیت نہیں جب تک وہاں کے قانون کے مطابق مسلمان جوڑے مقامی کونسل میں پیش ہوکر ان کے طریقہ سے شادی نہ کریں۔ واضح ہو کہ برطانیہ میں مسلمانوں میں شادیاں اسلامی طریقہ سے

کرنے کا رواج ہے۔۔ کچھ اسی طرح کے مسائل کا سامنا علیحدگی کے معاملات میں بھی کرنا پڑتا ہے۔ جہاں طلاق یافتہ عورت کی عدت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسی طرح وراثت کے اسلامی قانون کو برطانوی حکومت تسلیم نہیں کرتی۔ اگر برطانیہ میں اسلامی عائلی قوانین کو تسلیم کرلیا جائے تو مسلمان اس دوہرے نظام کی مشکلات سے بچ جائیں گے۔ واضح ہو کہ اس وقت برطانیہ میں مقیم لاکھوں مسلمان اپنے مسائل کے حل کیلئے وہاں موجود علماء سے رجوع کرتے ہیں۔

برطانیہ میں شرعی قوانین کے مطابق بڑی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور ناواقفیت کا عالم یہ ہے کہ شرعی قوانین سے مراد چار شادیاں، چور کے ہاتھ کاٹ دینا اور زانی کو سنگسار کردینے کا نام شریعت ہے۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران میں نے وہاں ٹی وی پر جتنے بھی مباحثے دیکھے ان سب میں شریعت کو اسی تناظر میں دیکھا گیا اور خوف کا اظہار کیا گیا حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

لندن میں میری ملاقات ایک ایسے برطانوی سے ہوئی جسے سوڈان میں اسلامی شریعت کے قوانین کا تجربہ حاصل ہوا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ اسلامی شریعت کا قائل ہے کیونکہ جب وہ وہاں مقیم تھا تو ایک مسلمان سے اس کا کسی بات پر ایک تنازع ہوگیا اس کا معاملہ وہاں کی شرعی عدالت میں گیا جس نے اسلامی شریعت کے مطابق دونوں فریقوں کو بلا کر ان کا موقف سنا، گواہوں کے بیانات سنے اور چند گھنٹے میں گورے کے حق میں فیصلہ دے دیا، جس سے وہ بے حد متاثر ہوا، اس نے مجھے بتایا کہ اگر وہ برطانیہ میں ہوتا تو اسے طویل عدالتی مراحل سے گزرنے کے علاوہ وکیل اور عدالتی کارروائی پر بھاری رقم بھی ادا کرنی پڑتی اس کا قیمتی وقت اور کاروبار کا بھی ضیاع ہوتا (روزنامہ جنگ کراچی ۲۰ فروری ۲۰۰۸ء)

ایک طرف برطانیہ میں آرچ بشپ مسلمانوں کیلئے شرعی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کررہا ہے جبکہ یورپ کے دیگر ممالک جن میں ڈنمارک، نیدرلینڈ اور اسپین جیسے ممالک شامل ہیں کے 17 نمایاں اخباروں نے ایک دوسرے سے یکجہتی کے طور پر حضور اکرم ؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت کی ہے۔ جس سے دنیا بھر کے ایک ارب تیس کروڑ مسلمانوں کی شدید دل آزاری ہوئی ہے اور دنیا کے مختلف مسلم ممالک میں مظاہروں کا سلسلہ شروع

ہوگیا ہے۔ ڈنمارک کی پولیس نے ۳ مسلمانوں کو جن کا تعلق مراکش اور تیونس سے ہے گرفتار کیا ہے۔ پولیس کے مطابق یہ تین افراد اس گستاخ رسول آرٹسٹ کو قتل کرنا چاہتے تھے جس نے حضورؐ کے اہانت آمیز خاکے بنائے۔

اپنے آپ کو مہذب، تعلیم یافتہ اور شائستہ کہنے والے یہ ممالک جہاں انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ جانوروں کے حقوق کے تحفظ کیلئے بھی قوانین مرتب کئے گئے ہیں کیا یہ المیہ نہیں کہ جانوروں کو تکلیف دینے والے کو مجرم تصور کر کے انہیں سزا دی جاتی ہے لیکن مذاہب کے احترام اور انبیاء کی عصمت کے تحفظ کیلئے قانون نہیں اور اس قانون کی عدم موجودگی کی وجہ سے ایک ارب ۳۰ کروڑ مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے اور انہیں ذہنی اذیت دینے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، انہیں ایوارڈ دیا جاتا ہے نیشنلیٹی فراہم کی جاتی ہے کیا ان کے نزدیک اربوں مسلمانوں کی تکلیف کا احساس جانوروں کی تکلیف کے احساس سے بھی کم ہے

اشتیاق بیگ لکھتے ہیں فرانس میں قیام کے دوران ایک صبح ناشتہ کرتے ہوئے ایک یورپی اخبار کی نمایاں خبر نے مجھے چونکا دیا۔ خبر کچھ یوں تھی ''مسلمان اگر ہالینڈ میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں آدھے قرآن شریف کو پھاڑنا ہوگا اور اگر آج حضور اکرمؐ زندہ ہوتے تو میں اس وقت تک ان کا تعاقب کرتا جب تک وہ ملک چھوڑ کر نہ چلے جاتے (نعوذ باللہ)''

یہ بیان ہالینڈ کے ایک امیگریشن مخالف سیاستدان اور رکن پالیمنٹ گیرٹ ورلڈز نے ہالینڈ کے ایک اخبار ڈی پیریز کو دیا۔ اس نے اپنے انٹرویو میں کہا کہ یورپ میں اسلام ایک سونامی کے طوفان کی مانند پھیل رہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جلد ہی آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ اپنے ہی ملک میں اقلیت ہیں اور کسی اسلامی ملک میں رہ رہے ہیں ایک وقت ہوگا کہ مسجدوں کی تعداد چرچوں کی تعداد سے تجاوز کر جائے گی۔ گیرٹ ورلڈز نے انگلینڈ سے مسلم امیگریشن اور نئی مساجد کی تعمیر پر پابندی لگانے کا بھی مطالبہ کیا۔ حالانکہ ہالینڈ میں اس وقت دس لاکھ سے زیادہ مسلمان مقیم ہیں۔

گیرٹ ورلڈز ۲۰۰۴ء سے پولیس کی حفاظت میں زندگی گزار رہا ہے۔ اس وقت سے جب سے

اس کے قریبی دوست فلم ساز وین گوگ کو ایک مراکشی مسلمان نے اس لئے مار ڈالا کہ اس نے ہالینڈ کی ایک ماڈل خاتون کے برہنہ جسم پر قرآنی آیات تحریر کروا کر اسے آرٹ کا ایک شاہکار قرار دیا تھا (نعوذ باللہ) اور اس کی فلمبندی بھی کی تھی۔

''چوری اور سینہ زوری'' کے مصداق کے مطابق ڈنمارک کے وزیر اعظم اینڈ رہوگ راسمون نے کہا ہے کہ پیغمبر اسلام کے کارٹونوں کی اشاعت سے ملک کی بیرونی ساکھ پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے، میرے خیال میں لوگ اس واقعے کو بھول چکے ہیں۔ امریکی خبر رساں ادارے سے گفتگو کرتے ہوئے ڈینش وزیر اعظم نے کہا کہ میرے خیال میں حقیقتاً یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا، کم از کم عام آدمی کیلئے ڈنمارک کا موقف ظاہری لحاظ سے بہت بہتر ہے، ایمانداری سے سوچا جائے تو لوگ اس کو بھول چکے ہیں۔ انہوں نے ڈنمارک کے خلاف وقتاً فوقتاً دہشت گرد حملوں کی دھمکی پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ جہاں تک کارٹون کی اشاعت کا تعلق ہے تو میں اس کو صرف اظہار آزادی صحافت کی ایک علامت سمجھتا ہوں (ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی)

ڈنمارک کی حکومت جسے اظہار رائے کی آزادی سمجھتی ہے مسلمان اسے اہانت رسول سمجھتے ہیں جس کی سزا موت ہے۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے مسلمانوں نے اس مسئلہ میں کبھی تساہل نہیں برتا۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور گستاخ رسول

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا نام اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عزت و احترام سے لیا جائے گا جو تاریخ کی آبرو اور حکمران قوم کا بھرم تھا۔ وہ عظیم شخصیت جس کا نام سنتے ہی مغربی دنیا کانپ اٹھتی تھی، جس کی تلوار ساری عمر خدا کی راہ میں بے نیام رہی، جس نے اسلام کی حمایت میں تنہا متحدہ عیسائی دنیا کا مقابلہ کیا اور مرتے مرتے تثلیث کے مقابلے میں اسلام کے علم کو بلند رکھا۔

آج بھی جب اس عظیم انسان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہماری زندگیوں کی تاریکیوں میں اس کے کارنامے اور سر فروشانہ جدو جہد روشنی کا مینار ثابت ہوتے ہیں، یوں تو صلاح الدین کا مقصد سرزمین شام سے صلیبیوں کو نکالنا تھا لیکن بعض اندرونی مصالح سے فرنگی فرماں رواؤں سے وقتی صلح ہوگئی تھی لیکن ریجی نالڈ برابر اپنے معاملے سے ہٹتا جا رہا تھا۔ مسلمان تاجروں کے

قافلوں کو لوٹنا اس کا محبوب مشغلہ تھا

ایک مرتبہ ۱۱۸۶ء میں مسلمان تاجروں کے ایک قافلے کو لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کرلیا۔ جب ان لوگوں نے رہائی کا مطالبہ کیا تو اس نے مذاق کے لہجے میں جواب دیا۔

''تم محمدؐ پر ایمان رکھتے ہو اسے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آ کر چھڑا لے''

جس وقت صلاح الدین ایوبیؒ کو ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا ''اس صلح شکن کافر کو خدا نے چاہا تو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا''

صلیبی لڑائیوں کے سلسلے میں ایک موقع پر فرنگیوں کو شکست ہوگئی۔ فرنگی شہنشاہ و شہزادے قید ہوکر سلطان صلاح الدین ایوبی کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ لین پول کے بیان کے مطابق اس جنگ میں گائی، پاٹلیون، ریجی نالڈ بھی گرفتار تھے۔

سلطان ایوبیؒ نے گائی کو تو پہلو میں جگہ دی اور باقی امراء کو حسب مراتب بٹھایا، سلطان صلاح الدین ایوبی کو دیکھ کر ریجی نالڈ کو اپنی بداعمالیاں یاد آ گئیں اور ساتھ ہی ساتھ سلطان کی قسم بھی یاد آ گئی جس نے ریجی نالڈ کا خون خشک کر دیا۔

گائی کی دلی تمنا تھی کہ سلطان ریجی نالڈ کو معاف کر دے لیکن سلطان ایوبی نے گائی کو اس کی تمام بداعمالیاں یاد دلائیں اور یہ بھی کہا کہ اس وقت میں محمد رسول اللہ سے مدد چاہتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے ہاتھوں سے ریجی نالڈ کا سر قلم کر دیا

گائی ریجی نالڈ کا یہ انجام دیکھ کر بہت خوف زدہ ہوا لیکن سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے س کو اطمینان دلایا کہ ہم مسلمانوں کا دستور نہیں ہے کہ لوگوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے رہیں۔ ریجی نالڈ کو تو صرف اس کی حد سے بڑھتی ہوئی بداعمالیوں کے نتیجے میں حضور اکرمؐ کے ساتھ گستاخی کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔ (کتاب الروضتین جلد۲ صفحہ نمبر۸۱ و ابن جریر طبری ج/۱۱، ص/۲۰۲)

ایک اور گستاخِ رسول کا انجام

دوران جنگ عمودیہ کے محاصرہ کے دوران ایک شخص دیوار پر کھڑا ہوکر العیاذ باللہ نبی کریمؐ کی شان میں گستاخی کرتا تھا، مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھ کر تکلیف کی کیا بات ہوسکتی تھی، ہر مجاہد کی خواہش

تھی کہ اس منحوس کو ہلاک کرنے کی سعادت اس کے حصے میں آئے، لیکن وہ تیروں اور حملوں کی زد سے محفوظ ایسی جگہ کھڑا ہوتا تھا جہاں سے اس کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی۔

یعقوب بن جعفر نامی ایک شخص لشکر اسلام میں ایک بہترین تیز انداز تھا، گستاخ رسول حسب معمول ایک دن دیوار پر چڑھا کر شان رسالتؐ میں بکواس کرر ہا تھا کہ یعقوب بن جعفر نے اس پر تیر پھینکا اور اللہ کی شان وہ تیر سیدھا اس گستاخ کے سینے پر جا کر لگا وہ وہیں ہلاک ہو گیا، اس موقع پر فضاء نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی، یہ مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا مقام تھا

وقت کے خلیفہ معتصم باللہ نے اس تیر انداز یعقوب بن جعفر کو بلایا اور کہا کہ آپ اپنے اس تیر کا ثواب مجھے فروخت کر دیجیے، مجاہد نے کہا ثواب فروخت نہیں کیا جاتا، کہا میں آپ کو پھر ترغیب دیتا ہوں اور ایک لاکھ درہم اسے دیئے۔ مجاہد یعقوب کہنے لگا مجھے ساری دنیا اس عمل کے بدلے میں دے دی جائے تو بھی اس کے عوض اس تیر کا ثواب فروخت نہیں کروں گا البتہ اس تیر کا ثواب بغیر کسی عوض کے آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔

خلیفہ اس قدر خوش ہو گیا کہ گویا اسے سارا جہاں مل گیا، پھر خلیفہ بولا آپ نے تیراندازی کہاں سے سیکھی ہے؟ کہنے لگا بصرہ میں واقع ایک گھر میں کہا کہ وہ گھر مجھے فروخت کر دیں۔ مجاہد نے جواب دیا وہ گھر مجاہدین کیلئے وقف ہو چکا ہے لہٰذا اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

(بنگش، مفتی عبدالمومن۔ روشن اسلامی تاریخ کے دلچسپ واقعات مکتبہ البخاری کراچی نومبر ۲۰۰۴ء ص/۱۷۳)

لہٰذا ملکی وغیر ملکی غیر مسلمانوں کو اس بات کو سمجھ لینا چاہئے مسلمان خواہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو وہ حب رسول اور دفاع رسالت میں کسی سے پیچھے نہیں اس قسم کی حرکتوں سے دنیا میں اظہار رائے کی آزادی کو فروغ ہوگا نہ عالمی امن قائم ہوگا۔

یاد رہے ۲۰۰۶ء میں بھی یہ واقعہ رونما ہوا جس پر ہم نے علمی انداز میں جواب دینے کیلئے صوبہ سندھ کی سطح پر دوسری صوبائی سیرت النبیؐ کانفرنس منعقد کی تھی جس کا موضوع تھا غیر مسلموں کے حقوق

اوران سے حسن سلوک سیرت طیبہ کی روشنی میں اس کانفرنس میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں نے بھی شرکت کی اوراپنے شاندار خیالات کا اظہار کیا اس کانفرنس کے ذریعہ ہم نے غیر مسلموں کو پیغام دیا کہ وہ جس نبی کا استہزاء کررہے ہیں ذرا اس نبی کی تعلیمات بھی ملاحظہ کرلیں وہ غیر مسلموں کے بارے میں مسلمانوں کو کتنی شاندار تعلیمات فراہم کرتا ہے پھر کانفرنس میں پیش کردہ مقالات کو علوم اسلامیہ انٹرنیشنل کا سیرت النبیؐ نمبر بنا کر فروری تا جولائی ۲۰۰۷ء میں شائع کیا گیا اور ویب سائٹ پر بھی جاری کیا گیا تا کہ دنیا بھر میں استفادہ کیا جاسکے

اوراس کوشش کے ذریعہ علمی سطح پر فکری تبدیلی لائی جاسکے ایک مسلمان کامل مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ اور آپؐ سے پہلے دنیا میں آنے والے تمام پیغمبروں پر ایمان لائے تمام پیغمبروں کی عزت کرے اگر کوئی مسلمان عیسیٰؑ یا موسیٰؑ یا کسی اور نبی کی بے عزتی یا ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو ایک مسلمان کے نزدیک اسی طرح واجب القتل ہے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ واجب القتل ہے آج کا عیسائی یہودی خود اپنے انبیاء کی عزت نہیں کرتا تو بھلا وہ کیسے ہمارے پیغمبر کی عزت کرے گا مولانا محمد امجد سعید لکھتے ہیں۔

غیر مسلموں میں انبیاء کی اہانت کا رویہ

مولانا محمد امجد سعید لکھتے ہیں: حضرت عیسیٰؑ کو انجیل مقدس میں نصاریٰ نے بدکاروں کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔(نعوذ باللہ) چنانچہ انجیل لوقا کی ایک عبارت ملاحظہ ہو"کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا وہ بدکاروں میں گنا گیا۔اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضروری ہے۔اس لئے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے وہ پورا ہونے والا ہے(انجیل لوقا/باب ۲۲/آیت ۳۷)اس بے ہودہ اور من گھڑت عبارت کو بار بار پڑھیں جس میں حضرت عیسیٰؑ کو بدکاروں میں لکھا گیا ہے۔ اب پادری صاحبان ازراہ کرم ذرا ہمت کرکے یہ بھی بتادیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کا بیٹا بدکار ہوسکتا ہے؟ کیا اس طرح ذات خداوندی پر حرف تو نہیں آئے گا؟...... یہ تو تھی انجیل مقدس کی عبارت۔اب ذرا تورات کے بھی کرشمے دیکھ لیں۔تورات میں ایک مقام پر یوں لکھا ہے"اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اوراس نے انگور کا ایک باغ لگایا اس نے مے پی اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے پر

برہنہ ہو گیا (تورات/ باب پیدائش/ آیت نمبر ۲۰،۲۱) (العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد)'' اس لچر عبارت کو پڑھنے کے بعد کونسا شریف اور باحیا انسان ایسا ہوگا جو اسے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھنے کیلئے تیار ہو اور کون سا مسلمان ایسا ہوگا جو یہ تصور بھی کر جائے کہ حضرت نوحؑ جیسے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر نے شراب پی...... جوام الخبائث ہے...... اور پھر آپے سے باہر ہو کر برہنہ ہو گئے ہو۔ پیغمبر کے بارے میں ایسی غلیظ جسارت سوائے یہود و نصاریٰ کے کوئی نہیں کر سکتا ہے۔...... اب اسی تورات کی ایک اور ناپاک ترین آیت پڑھئے:''اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اس کی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ صغر میں بستے اسے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں غار میں رہنے لگیں۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا'' ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تا کہ اپنے باپ کی نسل کو باقی رکھ سکیں۔ سو انہوں نے اس رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی والی بچی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی (نعوذ باللہ من ذلک۔ نقل کفر کفر نباشد)'' پر اس نے جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھی...... آگے لکھا ہے...... سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (تورات/ کتاب پیدائش/ باب ۱۹/ آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷)'' کتاب مقدس کی اس تعلیم کو داد دیجئے کہ جس میں حضرت لوطؑ جیسے پاک دامن اور نفیس الطبع اور ان کی دو ایسی صاحبزادیاں...... جو فرشتہ صفت انتہائی ایماندار اور پوری قوم میں حضرت لوطؑ پر صدق دل سے ایمان لانے والی فقط یہی دو لڑکیاں تھیں۔ ان کے متعلق ایسی بکواس اور اخلاق سے گری ہوئی کہانی لکھی ہے کہ کوئی بازاری کنجری بھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اپنے باپ کو شراب پلا کر اس سے ہم آغوش ہو اور یہاں کتاب مقدس میں جس کے آسمانی اور خدائی ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے، ایک پیغمبر اور اس کی صاحبزادیوں کا یہ نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ، اور دیگر انبیاءؑ کے متعلق ان کتابوں کے اندر ایسی ہی ناشائستہ زبان استعمال کی گئی ہے کہ الامان والحفیظ!

حکومت مذہبی لوگوں کو اعتدال پسندی کی تعلیم دیتے دیتے نہیں تھکتی جبکہ صورتحال برعکس ہے انتہاء

پسندی اختیار کرتے ہوئے عدالتی نظام تباہ کیا گیا ساٹھ ججوں کو برخاست کیا بیشتر کو گرفتار و نظر بند کیا میڈیا پر پابندی لگائی صحافیوں پر تشدد کیا اپنے سیاسی مخالفین پر ملک کی سرزمین کو تنگ کیا بلوچستان اور وزیرستان کے عوام پر بم و میزائل کی بارش کی لوگوں کا قتل عام کیا لال مسجد و جامعہ حفصہ پر وحشیانہ انداز میں طاقت کا استعمال کیا اور انسانوں کو زندہ جلایا پھر اس عمل پر شرمندگی کے بجائے مظلوموں کو بار بار اپنے بیانات کے ذریعہ اشتعال دلایا گیا بالآخر خودکش حملوں کی وہ سریز شروع ہوئی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ بہنوں کے بدن کی چاندی کو تیزاب سے کس نے داغا ہے۔ ماؤں کے مقدس جسموں کو تہتقیہ سے کس نے روندا ہے اس ظلم وستم کے موسم کی تفصیل بیان میں آئے گی۔ عصمت کی ان برہنہ لاشوں کو تاریخ کہاں دفنائے گی۔ حکومت غلطیاں کر کے جب پھنس جاتی ہے تو مدد کیلئے علماء کو مدعو کرتی ہے اور جب علماء مشورہ دیتے ہیں تو اسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتی ہے۔

جس کے نتیجہ میں علماء کی آواز بھی غیر مؤثر ہوتی جارہی ہے

۲۰۰۷ء کے حوالہ سے ایک رپورٹ پیش خدمت ہے جس سے حکومت کی ناکامی کا اندازہ ہوتا ہے روزنامہ جنگ ۱۶ ستمبر کے مطابق ۱۶ نومبر کی تاریخ عالمی یوم برداشت کے طور پر پوری دنیا میں منائی گی جبکہ پوری دنیا میں عالمی یوم برداشت منایا جارہا ہے تو دوسری جانب پوری دنیا میں مسلمان تشدد و عدم برداشت کا نشانہ بنتے رہے، کشمیر، فلسطین، افغانستان اور عراق میں انسانیت کی تذلیل ہوتی رہی جبکہ پاکستان میں بھی گذشتہ سال دہشتگردی اور فرقہ واریت میں 55 فیصد اضافہ ہوا، یہی نہیں بلکہ گزرے ہوئے تین سو پینسٹھ دن عالمی سطح پر صحافت کیلئے بھی ناقابل برداشت رہے، عالمی سطح پر 82 صحافیوں کو بھی قتل کیا گیا صرف 2007ء کے ابتدائی مہینوں میں 16 صحافی قتل ہوئے۔ پاکستان میں بھی سال 2007ء صحافیوں کے لئے بدترین رہا، صحافیوں کو پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ امریکی فوج نے گزشتہ تین سالوں میں ڈیڑھ لاکھ افراد مار ڈالے جبکہ دنیا بھر میں خودکشی کے واقعات میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ تفصیلات کے مطابق دنیا کے ہر خطے میں کوئی بھی ہو مسلمان عدم برداشت کا نشانہ بن رہے ہیں۔ امریکا، اسرائیل اور

بھارت کے عدم برداشت کے رویئے نے افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر کے عوام نہ صرف اپنے جان و مال سے محروم رہے ہیں بلکہ وہاں انسانیت کی تذلیل عدم برداشت کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ جنگ ڈیولپمنٹ رپورٹنگ سیل نے عالمی یوم برداشت کے حوالے سے مختلف متعلقہ ذرائع سے جو اعداد و شمار حاصل کئے ہیں ان کے مطابق بھارتی دہشت گردی اور عدم برداشت سے سال 2006ء کے دوران 828 کشمیری شہید ہوئے جن میں 785 مرد، 13 خواتین اور 30 بچے شامل ہیں، عدم برداشت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ 63 شہریوں کو زیر حراست شہید کیا گیا جب کہ 4708 کشمیریوں کو اذیت دی گئی اور زخمی کیا گیا

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2006ء کے دوران عراق میں 34 ہزار 452 افراد جاں بحق اور شہید ہوئے۔ امریکی عدم برداشت کے باعث مارچ 2003ء سے سال 2006ء کے اختتام تک ڈیڑھ لاکھ افراد شہید ہوئے۔ ہیومن رائٹس واچ کے مطابق افغانستان میں سال 2006ء کے دوران اتحادی اور نیٹو افراد کے حملوں سے 230 افراد جب کہ بم دھماکوں اور خود کش حملوں سے 669 افراد جاں بحق ہوئے۔ افغانستان میں سال 2006ء کے دوران 117 خودکش حملے ہوئے جس میں 206 سویلین شہری، 54 افغان سیکیورٹی اہلکار اور 18 نیٹو فوجی نشانہ بنے۔ "سیو دی چلڈرن" کے اعداد و شمار کے مطابق اسرائیلی عدم برداشت کے رویے کے باعث ستمبر سال 2000ء سے جون سال 2007ء تک اسرائیلی فوج اور مقامی اسرائیلیوں کے تشدد سے 882 بچے شہید ہوئے جس سے عدم برداشت کے رویے کا بھرپور اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے تیار کردہ اعداد و شمار کے مطابق ملک میں عدم برداشت کے باعث سال 2005ء کی نسبت سال 2006ء کے دوران دہشت گردی اور فرقہ واریت کے واقعات میں 55.5 فیصد اضافہ ہوا جب کے غیرت کے نام پر قتل، کاروکاری اور قتل کے واقعات میں 29 فیصد، اغواء کے واقعات میں 76 فیصد، زیادتی کے واقعات میں 164 فیصد، گھریلو تشدد کے واقعات میں 34 فیصد، خودکشی کے واقعات میں 44 فیصد اور تیزاب پھینکنے کے واقعات میں

110 فیصد اضافہ ہوا۔عدم برداشت کے حوالے سے جہاں شہری ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنے اور قومی سطح پر نا قابل برداشت رویہ اپنایا گیا وہاں اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے والے صحافی بھی محفوظ نہ رہ سکے

اس صورت حال پر علماء نے صدر سے استعفیٰ کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک اجتماعی بیان جاری کیا جس کا ایک ایک لفظ توجہ کا طالب ہے

پاکستان میں خودکش حملے اور علماء کی اپیل

آج کل وطن عزیز تہہ درتہہ بحرانوں کے جس سنگین دور سے گزر رہا ہے اس کی کوئی مثال ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ملک کا ہر حساس باشندہ اس صورت حال پر بے چین ہے،اور اسے ان حالات میں روشنی کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آرہی ہے۔ایسے پر آشوب حالات کا تقاضا ہے کہ ملک کے وجود و بقا کی خاطر ہر شخص اپنی ذات سے بلند ہو کر سوچے اور ملک کے تمام طبقات، تنظیمیں اور جماعتیں اپنے اختلافات کو پس پشت ڈالیں اور ملک کو مل جل کو اس گرداب سے نکالنے کی کوشش کریں۔ملک کے گونا گوں مسائل میں جس چیز نے کئی گنا اضافہ کر دیا ہے، وہ بڑھتی ہوئی بدامنی، سڑکوں پر غارت گری بالخصوص بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کے نتیجے میں تقریباً ہر ہفتے درجنوں افراد کی ہلاکت سینکڑوں خاندانوں کو اجاڑ چکی ہے اور یہ سلسلہ کسی حد پر رکتا نظر نہیں آرہا

یہ بات تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے، قرآن واحادیث شریفہ کے احکامات وارشادات اس بارے میں بالکل واضح ہیں، لیکن جب کسی دشمن سے جائز اور برحق جنگ ہو رہی ہو، اس وقت دشمن کو موثر زک پہنچانے کیلئے کیا کوئی خودکش حملہ کیا جا سکتا ہے؟ شرعی اور فقہی طور پر اس بارے میں دو رائے ہو سکتی ہیں۔بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران حقیقی ضرورت پیش آجائے اور ہدف بے گناہ لوگ نہ ہوں تو خودکش حملہ جائز ہے، یہ اسی طرح کا خودکش حملہ ہوگا جیسے ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے حملے کے وقت ''چونڈہ'' کے

محاذ پر پاکستانی فوج کے جوانوں کی یہ داستانیں مشہور ہیں کہ وہ جسموں سے بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں سے ٹکرا گئے تھے۔ اور اس کے نتیجے میں ٹینکوں کی پیش قدمی روک دی گئی تھی۔ چونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور ملک وملت کو دشمن سے بچانے کیلئے ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران کوئی شخص ایسا اقدام کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حسن نیت کی بنا پر اس کی قربانی کو قبول فرما لیں گے، لیکن یہ ساری بات اس وقت ہے جب کھلے ہوئے دشمن سے کوئی جائز جنگ ہو رہی ہو۔ اس بحث کا اس صورت حال سے کوئی تعلق نہیں ہے جہاں خودکش حملے کا نشانہ ایسے کلمہ گو مسلمان ہوں یا ایسے غیر مسلموں کو بنایا جائے جن کی جان و مال کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔ ایک کلمہ گو مسلمان، خواہ عملی اعتبار سے کتنا گناہ گار ہو، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس حرمت کا حامل ہے اور قرآن وحدیث نے ایسے شخص کے قتل کرنے کو ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آنحضرتؐ نے ایک مسلمان کی جان و مال کو کعبے سے بھی زیادہ حرمت کا حامل قرار دیا ہے۔ بلکہ وہ خودکش حملہ جس کا نشانہ مسلمان یا مسلمان ریاست کے پرامن شہری ہوں، وہ دوہرا گناہ ہے: ایک تو دوسرے کے خلاف قتل عمد کا گناہ ہے، اور اس کے نتیجے میں جتنے انسان ناحق قتل ہوں، وہ اتنے ہی زیادہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اور دوسرے اس صورت میں خودکشی حرام ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے خودکشی کا گناہ اس کے علاوہ ہے۔

اس لحاظ سے ہمارے ملک کے مختلف حصوں میں جو خودکش حملے ہو رہے ہیں اور جس کے نتیجے میں سینکڑوں مسلمان اور پرامن شہری ناحق ہلاک ہو چکے ہیں، وہ دینی اعتبار سے انتہائی سنگین گناہ ہے اور ''فساد فی الارض'' کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خودکش حملے کون کر رہا ہے؟ اور کیوں کر رہا ہے؟ ان اقدامات کی پوری مذمت کے ساتھ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جو لوگ اس قسم کے حملے کرتے ہیں یہ جان کر کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا نشانہ بنے نہ بنے، سب سے پہلے وہ خود موت کے منہ میں جائیں گے۔ عام حالات میں زندگی ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے، اور کوئی بھی شخص انتہائی غیر معمولی حالات کے بغیر خود اپنے آپ کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا۔ لہٰذا سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد یکایک کس وجہ سے اس غیر معمولی اقدام

پر آمادہ ہوگئی ہے کہ نہ اسے اپنی جان کی پرواہ ہے نہ اسے اپنے یتیم ہونے والے بچوں، بیوہ ہونے والی بیوی، اور غم زدہ خاندان کا کوئی خیال ہے، اور نہ اس بات سے کوئی بحث ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا اسے کیا کہے گی؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خودکش حملوں کی یہ بہتات ہمارے ملک میں پچھلے چند سالوں ہی سے پیدا ہوئی ہے، اس سے پہلے اس کا کوئی وجود ہمارے ملک میں نہیں تھا۔ یقیناً اس کے کچھ اسباب ہیں جنہیں دور کئے بغیر محض ایسے لوگوں پر غصے سے دانت پیس کر تشدد کی فضا کو اور ہوا دینے سے یہ صورتحال ختم نہیں ہوسکتی۔ اگر واقعی ہم اس صورتحال کو ختم کر کے ملک میں امن وامان بحال کرنے میں مخلص ہیں تو ہمیں پوری حقیقت پسندیوں کے ساتھ اپنی پالیسیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالنی ہوگی، اور جو غلط پالیسیاں اس کا سبب بنی ہیں، انہیں تبدیل کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا

یہ خودکش حملے جن میں ایک انسان اپنے ساتھ کبھی دو چار،، کبھی آٹھ دس، کبھی پچیس تیس اور کبھی اس سے بھی زیادہ افراد کو ہلاکت کے غار میں دھکیل دیتا ہے، درحقیقت ایک شدید جھنجھلاہٹ اور چڑچڑاہٹ ہے جو ہر طرف سے مایوس ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یوں تو ہماری بیشتر حکومتیں امریکہ کی زیر اثر رہی ہیں، لیکن ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ہماری حکومت نے امریکہ کے تابع مہمل بن کر جس طرح اپنے آپ کو امریکہ کی بھینٹ چڑھایا، اور امریکی مفادات کی جنگ کو اپنے ملک میں لاکر جس بے دردی سے قومی مفادات کا خون کیا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہماری افواج کو امریکہ کی رضامندی کی خاطر خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف آپریشن میں استعمال کیا گیا۔ امریکہ اور بھارت کے معاملہ میں بزدلی دکھائی گئی، اور تمام تر بہادری کا مظاہرہ وانا، وزیرستان، سوات، بلوچستان اور لال مسجد کے نہتوں پر کیا گیا، اور خواتین کے حقوق کا ڈھنڈھورا پیٹنے والوں نے جامعہ حفصہ کی سینکڑوں خواتین کو بھی خون میں نہلا کر واشنگٹن کی شاباش حاصل کی۔

دوسری طرف ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کی آڑ میں ملک کو بے دینی کی طرف لے جانے کی کوششیں پورے اہتمام کے ساتھ جاری ہوئیں، نظام تعلیم کو اپنے قومی مقاصد اور مصالح کے

بجائے غیروں کے لئے خوش نما بنانے کی خاطر نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں، حدود کے قوانین میں عورتوں کے حقوق کے نام پر سراسر بے جواز ترمیمات کی گئیں جن کا عورتوں کے حقوق سے کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ وہ ان کیلئے مزید بے انصافی پر مشتمل تھیں۔ عریانی وفحاشی کو فروغ دیا گیا، اور فحاشی کے اڈوں کی عملاً سرپرستی کی گئی، روز افزوں گرانی اور بے روزگاری نے غریبوں کے لئے جینا دوبھر کر دیا۔ ملک بھر میں قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا طوفان برپا ہے، جس کی بنا پر کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی جان ومال کے بارے میں ہر وقت خطرات کا شکار نہ ہو اور حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے بجائے میراتھن ریس، بسنت اور رقص وسرور کو فروغ دینے میں مصروف ہے۔ عدالتوں سے انصاف حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف بن گیا، پھر عدلیہ کو انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پامال کیا گیا، اور دفتروں میں رشوت ستانی کے نتیجے میں عوام دربدر کی ٹھوکریں کھا کر بھی اپنے چھوٹے چھوٹے کام کرانے سے قاصر ہو گئے

ان تمام حالات کے باوجود کچھ لوگوں نے اپنے یکطرفہ عمل سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کے اس کے دربار میں عوام کے حقوق اور مطالبات کی کوئی شنوائی نہیں ہے اور اس ملک میں پرامن اور آئینی راستے سے کوئی معقول مطالبہ منوانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہاں لاقانونیت کا راج ہے، دھونس، دھاندلی، لوٹ مار اور قتل وغارت گری کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں اور قانون پر چلنے والوں کو قدم قدم پر مصائب کا سامنا ہے۔ یہاں پرامن طریقہ سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس کے حق میں قرآن وسنت اور عقل ودانش کی کوئی دلیل نہ صرف کارگر نہیں، بلکہ مقتدر حلقے اسے توجہ سے سننے کے بھی روادار نہیں ہیں

بہ ظاہر یہ وہ مجموعی حالات ہیں جنہوں نے کچھ جذباتی اور مایوس افراد کے دل میں وہ جھنجھلاہٹ پیدا کی جو خودکش حملوں کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ لوگ ہر طرح کے پرامن راستے سے مایوس ہو کر تشدد کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ ان میں ایسے نوجوان بھی ہونگے جن کے گھر حکومت یا امریکہ کے آپریشنوں میں ملبہ کا ڈھیر بنا دیئے گئے ہیں اور جن کو تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوئے دیکھا ہے، اور اب ان کے پاس انتقام کی آگ کے سوا کچھ نہیں بچا، جو وہ خود اپنی جان دے کر ٹھنڈا

کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وہ ملک دشمن طاقتیں جو پاکستان کو (خاکم بدہن) افراتفری کی نظر کر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں، یا اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر اس پر حملہ آور ہونا چاہتی ہیں، وہ بھی اس آتش گیر فضا سے فائدہ اٹھا کر ایک طرف خود بھی دھماکے کرا رہی ہیں، تاکہ ہر دھماکہ انہی انتہا پسندوں کی طرف منسوب کیا جا سکے۔ دوسرے انہوں نے ایسے جذباتی افراد کو در پردہ ابھارا ہے کہ وہ اپنا یہ مشن جاری رکھیں۔ انہیں یہ کہہ کر گمراہ کیا گیا کہ موجودہ حالات کی ذمہ داری جس طرح حکومت پر عائد ہوتی ہے، اسی طرح وہ شہری بھی اس جرائم میں برابر کے شریک ہیں جنہوں نے ایسی حکومت کی اطاعت قبول کر رکھی ہے، لہٰذا ان سب پر حملہ کر کے ان کو ختم کرنا جائز ہے۔

یہ جذباتی ذہنیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے سامنے کوئی زبانی کلامی دلیل فائدہ مند نہیں ہوتی، اور اس ذہنیت کا مقابلہ کرنے کیلئے جتنا زیادہ تشدد اختیار کیا جائے گا، اس کی اشتعال پزیری میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ لہٰذا پاکستان کی سول آبادی پر ہونے والے فوجی آپریشن صورتحال کا حل نہیں ہیں۔ اس ذہنیت کے مقابلہ کیلئے جوش سے زیادہ ہوش اور ہتھیار سے زیادہ ناخن تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے نزدیک سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنہیں ''شدت پسند'' یا ''انتہا پسند'' کہا جارہا ہے، حکومت ان کو امریکی آنکھ سے دیکھنے کے بجائے پاکستانی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ یہ لوگ خواہ آزاد قبائل میں ہوں یا سوات اور مالاکنڈ میں یا بلوچستان میں، دراصل ہمارے ہی بھائی ہیں ہمارے ہی ہم وطن اور ہمارے ہم مذہب ہیں۔ یہ پاکستان کے دشمن نہیں بلکہ ان میں بہت بڑی تعداد ان کی ہے جو قبائلی علاقوں میں ہمیشہ پاکستانی سرحدوں کے محافظ رہے ہیں، لیکن حالات نے انہیں حکومت کا دشمن اور انتہا پسند جذباتیت نے انہیں ہر اس شخص کا دشمن بنا دیا ہے جو حکومت دشمنی میں ان کیساتھ شریک نہ ہو۔ اگر حکومت اپنی پالیسیوں میں مثبت تبدیلی لا سکتی ہو تو ان اسباب کو ختم کیا جاسکتا ہے جن کی بنیاد پر ان کی انتہا پسندی کو ہوا ملی، اور جن کی وجہ سے وہ سازشوں کا شکار ہورہے ہیں

مرے طائرِ نفس کو نہیں گلستاں سے رنجش ملے گھر میں آب ودانہ تو یہ دام تک نہ پہنچے

اگر اس طرز فکر کی سچائی ایک مرتبہ دل میں بیٹھ جائے تو کچھ تجاویز ہیں جن پر عمل کر کے ہم موجودہ بحران سے نجات حاصل کر سکتے ہیں:

۱۔''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر ہم نے جس طرح آنکھ بند کر کے امریکہ کی حکمت عملی اختیار کی ہے، اس کے بارے میں اس حقیقت کا دل سے اعتراف کیا جائے کہ وہ قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے

۲۔شمالی علاقہ جات اور بلوچستان میں فوجی آپریشن فوری طور پر بند کر کے وہاں کی شورش کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور شورش کے رہنماؤں سے اس پر کھلے دل سے مذاکرات کئے جائیں، اور ان کے جائز مطالبات کو وہ اہمیت دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں

۳۔اس حقیقت کا ادراک کیا جائے کہ اصل طالبان دہشت گرد نہیں ہیں، اور نہ ان میں سب لوگ انتہاء پسند جذباتی ہیں، ان میں ایسے عناصر بھی موجود ہیں جن سے معقولیت کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے

۴۔شمالی علاقہ جات اور آزاد قبائل کے معتدل علماء اور خوانین خونریزی کے حق میں نہیں ہیں، لیکن ان کی بات، مشتعل عناصر میں اس لئے موثر نہیں ہو رہی ہے کہ حکومت کی طرف سے مستقل خلاف اسلام پالیسیاں جاری رہی ہیں، جن کی موجودگی میں ان معتدل علماء اور خوانین کی طرف سے عدم تشدد کی اپیلیں بے اثر رہیں، کیونکہ تشدد رکوانے کیلئے ان کے ہاتھ میں کوئی ایسی مثبت بات نہیں جو وہ ان مشتعل عناصر کے سامنے پیش کر کے سرخرو ہو سکیں اگر حکومت لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر سکے کہ اب وہ اپنی پالیسیاں مرتب کرتے وقت واشنگٹن کی چشم آبرو کا اشارہ دیکھنے کے بجائے ملک وملت کے مفاد پر نظر رکھے گی، اپنے ہم وطنوں کے خلاف فوجی کارروائیاں بند کرے گی اور اپنی خلاف اسلام پالیسیوں کو ختم کر دے گی، اور اس غرض کیلئے عملی اقدام کر کے بھی دکھائیں جائیں اور انہیں موثر طور پر جاری رکھا جائیگا تو یہ معتدل عناصر جذباتی عناصر کی ایک بڑی

شورش کو سازش سے باز رکھ سکتے ہیں۔
۵۔اس حقیقی کوشش کے باوجود اگر کچھ لوگ شورش پر آمادہ رہیں گے تو اولاً ان کی آواز اتنی موثر نہیں رہے گی اور دوسرے معتدل حلقوں کی طرف سے ان کے خلاف کھل کر اعلان براءت ممکن ہوگا، اور عام تائید کے بعد یہ شورش خود بہ خود دب جائے گی۔
۶۔بلوچستان کے لوگوں کے کچھ حقیقی مسائل اور مطالبات ہیں جو بڑی حد تک انصاف پر مبنی ہیں، ان مطالبات کو ملک دشمنی سے تعبیر کر کے ان کے خلاف فوجی آپریشن کسی بھی طرح دانش مندی نہیں ہے۔ وہاں کے رہنماؤں سے ایک مرتبہ پھر سنجیدہ اور بامعنی مذاکرات کا سلسلہ شروع کر کے وہاں کی شورش پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے
۷۔پچھلے چند روز میں صدر مملکت کی طرف سے امریکہ کے بارے میں پہلی بار کچھ ایسے جرأت مندانہ بیانات سامنے آئے ہیں جو قومی غیرت کے عین مطابق ہیں، اور ان سے عوام کے دلوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے۔ ان بیانات کو صرف لفظی بیانات کی حد تک محدود رکھنے کے بجائے ان کو آئندہ اپنی عملی پالیسی کی بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔
ابھی وقت ہے کہ ان خطوط پر نیک نیتی سے کام کر کے ملک وملت کو اس گرداب سے نکالا جا سکتا ہے، لیکن اس کیلئے قومی اتفاق رائے بھی بہت ضروری ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان نازک حالات میں حکومت، سیاست دان اور فکری رہنما اپنی ذات سے بلند ہو کر ملک وملت کی سالمیت کیلئے بنیادی نکات پر متفق ہوں، اور اس مقصد کے لئے یک جان ہو کر کام کریں۔ اس اتفاق رائے کو حاصل کرنے کیلئے صدر مملکت کو پہل کرنی ہوگی۔ ان پر یہ فریضہ سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے بلند ہو کر تمام طبقہ خیال کے لوگوں کو جمع کریں، اور اگر اختلافات کو ختم کرنے کیلئے موجودہ سیاسی ڈھانچے میں جوہری تبدیلیاں کرنی پڑیں، انتخابات کو قابل اطمینان بنانے کیلئے سیاسی رہنماؤں کے جائز مطالبات کو تسلیم کرنا پڑے، خواہ وہ صدر صاحب کی اعلان کردہ پالیسی کے خلاف ہوں، تو ملک وملت کی سالمیت اور ملک کے سیاسی استحکام کے خاطر اس کو گوارہ کریں۔ سیاسی رہنماؤں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس موقع پر ملک کو بچانے کے

لئے سیاسی عداوتوں کو فراموش کر کے کم سے کم نکات پر متفق ہوں جو ملک کی بقا کیلئے ضروری ہیں۔ موجودہ تہہ در تہہ بحرانوں کے حل کیلئے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ عدلیہ کو فعال کیا جائے، عدلیہ پر عوام کا اعتماد بحال کیا جائے تا کہ لوگ سڑکوں پر انصاف کے حصول کی کوشش کے بجائے عدلیہ میں فریاد رسی کر کے انصاف حاصل کریں۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ جملہ ماورائے آئین اقدامات کو منسوخ کیا جائے۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے اگر صدر پرویز مشرف کو ملک وملت کے خاطر مستعفی ہونا پڑے تو اس سے گریز نہ کریں۔ یہ ایک باوقار طریقہ ہوگا، جس کا اس منصب کے شایان شان راستہ یہ ہے کہ وہ آئین کے مطابق صدارت کا منصب سینٹ کے چیئرمین کے حوالے کریں، اور تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لیکر معینہ تاریخ کو شفاف انتخابات کرا کر اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیں

ہمارا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہے نہ ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا ہے، اس لئے یہ تجویز کسی مخاصمت یا کسی ذاتی یا گروہی مقصد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ملک وملت اور خود صدر پرویز مشرف صاحب کی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ انہوں نے آئین سے ماوراء جن اقدامات کے ذریعہ صدارت کا عہدہ حاصل کیا ہے، وہ کبھی ملک میں دیرپا استحکام پیدا نہیں کر سکتے۔ جس کی وجہ سے انہیں جلد یا بدیر یہ عہدہ چھوڑنا ہوگا، لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ اس کے برعکس اگر وہ رضا کارانہ طور پر ملک وملت کے خاطر یہ اقدام کریں تو ایک طرف استعفیٰ ان کا وقار بلند کرنے کے ذریعہ بنے گا، دوسری طرف ملک موجودہ سیاسی بحران سے پٹڑی پر آ جائے گا۔ اور امید ہے اس کے نتیجہ میں شورش زدہ علاقوں میں فوری بہتری آئے گی۔

تائید کنندگان

۱۔ مولانا سلیم اللہ خان، مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی صدر وفاق المدارس پاکستان

۲۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، صدر دار العلوم کراچی

۳۔ مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

۴۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی
۵۔ مولانا قاری حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان
۶۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک
۷۔ مولانا محمد سلفی، مہتمم جامعہ ستاریہ
۸۔ مولانا انوار الحق،، نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۹۔ مولانا محمود اشرف، نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۰۔ مولانا مفتی عبدالرؤف، نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۱۔ مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی، مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
۱۲۔ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۳۔ مولانا عبید اللہ، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۴۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۵۔ مولانا فضل الرحیم، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۶۔ مولانا قاری ارشد عبید، ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۷۔ مولانا محمد اکرم کاشمیری، رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور
۱۸۔ مولانا غلام الرحمٰن، چیئرمین نفاذ شریعت کونسل صوبہ سرحد
۱۹۔ مولانا محمد صدیق، شیخ الحدیث جامعہ خیر المدرس ملتان
۲۰۔ مولانا مفتی عبداللہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جو لوگ مندرجہ بالا حالات کے ذمہ دار تھے یا اپنی ذمہ داریوں سے غافل تھے یا اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہوکر تماشائی کا کردار ادا کرتے رہے عوام نے انہیں اپنے ووٹوں کے ذریعہ تماشہ بناد اب نئی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مظلوموں سے انصاف کرے عدالتی فیصلہ کے مطابق جامعہ حفصہؓ کی تعمیر کرنے بلوچستان اور وزیرستان میں آپریشن بند کرکے مذکرات کرے

بیرونی ایجنڈے پر نہ چلے تو امید ہے کہ ملکی حالات جلد درست ہو جائیں گے پسماندہ علاقوں میں تعلیم کے فروغ پر خصوصی توجہ دے انصاف واحتساب کو یقینی بنائے اسلامی قوانین کا نفاذ کرے تو امید ہے کہ ملک میں جلد بہتر حالات پیدا ہو جائیں گے۔

مجلّہ کے اجراء کی تاریخ میں تبدیلی اور کانفرنس کا اعلان: ۲۰۰۹ء سے مجلّہ کا سیرت نمبر جنوری تا جون ہوگا اور عام شمارہ جولائی تا نومبر ہوا کرے گا یعنی سابقہ معمول کے برعکس ایک ماہ قبل شائع ہوگا۔

۲۰۰۸ء میں تیسری صوبائی سیرت النبی ؐ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا جارہا ہے اور تمام کالجز میں خطوط بھی ارسال کئے جارہے ہیں اگر ۲۵ مئی تک قابل ذکر تعداد میں مضامین وصول ہو گئے تو جون کے پہلے ہفتہ میں کانفرنس کا انعقاد ہوگا اسلامیات کے جو اساتذہ ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۸ء ریٹائرڈ ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں وہ اپنا بایوڈیٹا جمع کرادیں انہیں انشاء اللہ حسن کارکردگی ایوارڈ دیئے جائیں گے کانفرنس میں پیش کردہ مقالات ۲۰۰۹ء میں شائع کئے جائیں گے۔ کانفرنس کی جگہ اور تاریخ سے بعد میں آگاہ کیا جائے گا۔ آخر میں دعاء ہے اللہ تعالیٰ تمام مظلوموں کی نصرت فرمائے تمام شہداء کی مغفرت فرمائے اور ملک کو مستحکم فرمائے (آمین)

زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ　　نہ معلوم اس کریم کو تو ہے کہ وہ پسند

....

مکافات عمل سے گر یہ غافل ہیں تو بے شک ہوں　　ہمارا کام ہے نیک وبد کا ان کو سمجھانا

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

چیف ایڈیٹر

تیسری صوبائی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

۲۰۰۸ء (صوبہ سندھ)

حسب سابق صوبہ سندھ کی سطح پر سیرت النبیؐ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا جارہا ہے تمام اہل علم، ڈاکٹرز، پروفیسرز، علماء کرام اور ریسرچ اسکالرز کو سیرت النبیؐ کے کسی بھی پہلو پر اردو، عربی، انگریزی، سندھی زبان میں مقالہ لکھنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

۱۔ مقالہ آپؐ کی سیرت طیبہ کے کسی بھی پہلو پر تحریر کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ مقالہ دس تا پندرہ صفحات پر مشتمل ہو۔

۳۔ اصول تحقیق کے مطابق مقالات تحریر کیے جائیں ورنہ کانفرنس میں شامل نہیں ہوسکیں گے۔ (یعنی حواشی و حوالہ جات مقالہ کے آخر میں ہوں اور حوالہ جات مکمل ہوں جس میں مصنف کا نام، کتاب کا نام سنہ طباعت، مقام طباعت/ ناشر اور جلد و صفحہ لازماً درج کیا جائے)

۴۔ مقالات علمی اسلوب میں ہوں اور غیر فرقہ وارانہ مواد پر مشتمل ہوں۔

۵۔ مقالہ اس سے قبل کسی بھی جگہ نہ پیش کیا گیا ہو اور نہ شائع ہوا ہو۔

۶۔ مقالات حسب سابق علوم اسلامیہ انٹرنیشنل (اردو، عربی، انگریزی، سندھی) میں شایع کئے جائیں گے (انشاء اللہ)۔

۷۔ مقالہ نگار اگر مقالہ کے بارے میں فون پر تبادلہ خیال کرلیں یا بذریعہ خط آگاہ کر دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

۸۔ تمام کالجز میں دعوت نامہ ارسال کردیا گیا ہے اس اشتہار کو دعوت نامہ ہی تصور کیا جائے۔

ہیڈ آفس: 162 سیکٹر 8/L اورنگی ٹاؤن کراچی 75800

فون: 0300-2664793/021-5442489/021-6659703

عالمی قیام امن کے لئے

قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس ۲۰۰۹ء

بعنوان

عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ

باہمی خدشات، امکانات اور تصادم

اُسوۂ انبیاء علیہم السلام اور کتب مقدسہ کے تناظر میں

"کانفرنس میں شرکت کے لئے تمام مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، سکھ اور پارسی وغیرہ) کی موزوں ترین شخصیات کے انتخاب کے لئے ہمیں تحریری مشورے عنایت کیجئے اور اگر آپ خود بھی دلچسپی رکھتے ہوں تو اپنا اندراج جملہ تحریری کوائف و رابطہ نمبر کے ساتھ کروا دیجئے"۔

ہم سمجھتے ہیں دنیا میں حقیقی و دائمی امن مذاہب کے درمیان مکالمہ کے ذریعہ ممکن ہے اور اسلام نے (سورئہ آل عمران آیت ۶۴) سب سے پہلے اس کی دعوت دی ہے۔

زیر اہتمام

انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی سندھ (رجسٹرڈ)

صدر انجمن: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

پتہ: مکان نمبر 162 سیکٹر 8/L اورنگی ٹاؤن کراچی